

اردو ادب اور گلوبلائزیشن
 ایک تجزیاتی مطالعہ
 محمد عرفان احسن پاشا
 لیکچرار شعبہ اردو، گورنمنٹ شالیمار کالج، لاہور

**URDU LITERATURE AND GLOBALIZATION
 AN ANALYTICLA STUDY**

Muhammad Irfan Ahsan Pasha
 Lecturer in Urdu, Govt. Shalimar College, Lahore

Abstract

This article focuses on the influence of Globalization on Urdu literature. The phenomenon of Globalization has penetrated not only in our society and literature but it also brought many transformations especially in literature by means of literary topics, genres, techniques and forms. It has been tried to present the impact of Globalization on Urdu in light of examples of 21st century Urdu literature. Modern Urdu literature is greatly influenced by the West under Globalization in terms of idea, forms, terminology, syntax and expression.

Keywords:

انگریزی گلوبلائزیشن، ملازمت، انٹرنیٹ، ویب سائٹ، معاشیات، عالم گیریت
 سید ضمیر جعفری، اردو، فیض احمد فیض

عالم گیریت انگریزی اصطلاح (Globalization) کا ترجمہ ہے۔ اس سے مراد دور حاضر کا ایک ایسا جدید تر معاشی اور سماجیاتی نظام ہے جس کے ماتحت دنیا بھر میں یکساں زندگی کے فروغ کی طرف قدم بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ گلوبلائزیشن کے تحت دنیا بھر میں ہونے والی نمایاں تبدیلیوں نے انسانی تاریخ کے ایک نئے عہد کا آغاز کر دیا ہے۔ تاہم ابھی کچھ پیچیدگیوں کے باعث دنیا پر گلوبلائزیشن کے اثرات کو عام آدمی کے لیے مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ عالم گیریت کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے، کرنا چاہے یا نہ کرنا چاہے مگر یہ مظہر برابری اور اپنے ہدف کے حصول کی طرف عمل پیرا ہے۔ میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ہونے والی ترقی نے دنیا کے دور دراز علاقوں کو قریب لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور دنیا ایک ”گلوبل ویلج“ کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ نئے بین الاقوامی رجحانات، مسائل، تجزیات، علوم سے استفادہ کر رہا ہے اور کسان اور آجروں کو معاشی ترقی اور سرمایہ کاری کے نئے مواقع حاصل ہو رہے ہیں۔ گلوبلائزیشن نے مجموعی طور پر انسانی زندگی کے کم و بیش سبھی شعبوں کی کاپیا کلپ کی ہے اور اس طرح مذہب کی بجائے عقلیت، برادری کی بجائے انفرادیت، روحانیت کی بجائے مادیت، مابعد الطبیعیات کی بجائے سائنس، کلیت کی بجائے تجزی، تفصیل کی بجائے اختصار، باطن کے بجائے ظاہر، وضاحت کی بجائے ابہام کے رجحانات سامنے آئے ہیں۔

گلوبلائزیشن کے عمل کے بہت سے فوائد بھی ہیں جیسے تیز تر ذرائع نقل و حمل سے فاصلے مٹ گئے ہیں۔ میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی سے معلومات کی ترسیل میں برق رفتاری آئی ہے۔ پس ماندہ ممالک کے عوام بین الاقوامی رجحانات اور علوم سے استفادہ کر رہے ہیں۔ پس ماندہ ممالک کے عوام جدید ترین تحقیقات و ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے اور مختلف معاشروں کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع مل رہا ہے۔ کسانوں کو جدید طریقہ زراعت سے آگاہی حاصل ہوئی ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری سے روزگار میں اضافہ ہوا اور ملٹی نیشنل کمپنیوں میں ملازمت کے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ سرمائے کی عالمی ترسیل ممکن ہوئی ہے اور کاروباری مسابقت میں

اضافہ ہوا ہے۔ مقابلے کی منڈی کی وجہ سے ایشیا کے معیار میں بہتری آئی ہے۔ غیر ملکی تجارت میں اضافہ ہوا ہے۔ صارف دوست کلچر وجود میں آیا ہے جس سے صارف کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ تکنیکی معلومات کا حصول ممکن اور آسان ہوا ہے۔ مختلف ثقافتیں ایک دوسری سے متعارف ہوئی ہیں۔ تعلیم عام ہو گئی ہے۔ جرائم اور غیر اخلاقی اقدار کے لیے بین الاقوامی قانون سازی کی گئی ہے۔ ماحولیاتی بچاؤ کی عالمی کوششیں کی جارہی ہیں۔ جانوروں کے حقوق سے آگاہی اور قانون سازی ہوئی ہے۔ سمندری حیات کا تحفظ ممکن ہوا ہے۔ جنگلی حیات کا تحفظ ممکن ہوا ہے جس سے مختلف انواع کے ماہی پیدا ہونے کا عمل سست کیا گیا ہے۔ مضر افیائی رکاوٹیں دور ہوئی ہیں۔

عالم گیریت کے فوائد کا پلاعموماً ترقی یافتہ اور امیر ممالک کی طرف جھکا ہوا ہے جب کہ نقصانات کا زیادہ تر سامنا غریب اور ترقی پذیر ممالک کو کرنا پڑ رہا ہے۔ گلوبلائزیشن کے نقصانات بھی ہیں جیسے پسماندہ ممالک میں صارف کلچر کے فروغ سے ان کی پیداواری حیثیت متاثر ہوئی ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے صارف ملکوں کا سرمایہ امیر ملکوں میں چلا جاتا ہے۔ مقامی ثقافتوں کی شناخت مٹ رہی ہے۔ جدید ترین کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کی وجہ سے دنیا تباہی کے دھانے پر پہنچ گئی ہے۔ ماحولیاتی آلودگی بڑھ رہی ہے۔ گلوبل وارمنگ کا مسئلہ شدت اختیار کر رہا ہے، مقامی کاروبار ختم ہونے سے بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔ بچوں کی مشقت اور غلامی میں اضافہ ہوا ہے، جرائم اور دہشت گردی میں جدت اور اضافہ ہو رہا ہے، دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ فاسٹ فوڈ سے صحت کو سنگین مسائل کا سامنا ہے۔ پیک شدہ کھانے پینے کی ایشیا کی ترسیل میں مختلف عقائد کے ماننے والوں کے لیے حلال حرام کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ سرمائے کے ارتکاز سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہے ہیں۔

گلوبلائزیشن نے زندگی کے ہر شعبے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اب زبان اور ادب کے لیے بھی الگ تھلگ رہ کر اپنا وجود قائم رکھنا ممکن نہیں۔ جب زندگی یا معاشرہ کسی شے، عمل، اندازہ طریق کار یا نظریے سے متاثر ہوتا ہے تو لامحالہ ادب اور زبان بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ گلوبلائزیشن کے

زیر اثر دنیا میں رابطے اور علمی اور ادبی ترسیل کی یکساں زبان کے فروغ کی کوششوں کے سلسلے میں اردو سمیت دنیا کی سب زبانیں متاثر ہوئی ہیں۔ اردو زبان میں انگریزی اور دیگر زبانوں کے نفوذ نے صرف اس کے ذخیرہ الفاظ میں ہی اضافہ کر کے اس کا دامن بے حد وسیع نہیں کیا بلکہ زبان کی صرغی اور نحوی ترتیب کو بھی متاثر کیا ہے اور مزید کر رہا ہے۔ اس سے اردو زبان کی گراں بھی تبدیل ہو رہی ہے اور اس تبدیلی سے اردو زبان کا حلیہ بدل رہا ہے۔ اردو کے رسم الخط میں تبدیلی کر کے انگریزی رسم الخط کو شامل کیا جا رہا ہے اور انگریزی، اردو کو آہستہ کر کے نئے انفعال گھڑے جا رہے ہیں۔ مخلوط زبان بھی اردو پر عالم گیریت کے اثرات کی مرہون ہے اور ایسے فقرے اور جملے بہت روانی سے تحریر و تقریر میں مستعمل ہیں:

..... میں بہت بور ہو رہا ہوں

..... مجھے بڑی ٹینشن ہے۔

..... میں نے اسے کال کی لیکن اس کا نمونہ ہی جا رہا تھا۔

اسی طرح کی مخلوط زبان شعر و ادب میں بھی جگہ بنا چکی ہے:

جو کمیٹی کا بھی ممبر ہو گیا وہ بھی تقریباً منسفر ہو گیا

اس کی اردو میں تھی انگریزی بہت لوگ سمجھے یہ کمشنر ہو گیا (ا)

بیرونی اصطلاحات کے استعمال کو ہم تین صورتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ پہلے نمبر پر ان اصطلاحات کو جوں کا توں قبول کر کے رائج کر دیا جاتا ہے جیسے کمپیوٹر (Computer)، ٹرک (Truck)، سی ڈی (CD)، فریم (Frame)، فون (Phone)، کال (Call)، انٹرنیٹ (Internet)، ویب سائٹ (Website) وغیرہ۔ دوسرے نمبر پر وہ اصطلاحات ہیں جن کا اردو زبان میں ترجمہ کر لیا جاتا ہے جیسے Globalization سے عالم گیریت، Criticism سے تنقید، Capital سے سرمایہ، Psychology سے نفسیات، Economics سے معاشیات، Symbolism سے علامت نگاری، Absurdism سے لادعیت وغیرہ۔ تیسری قسم ان اصطلاحات کی ہے جن کو مؤرد کر لیا

جانا ہے جیسے Montage کو مونٹاژ، Collage کو کولاژ، Sabotage کو سبوتاژ، Hospital سے ہسپتال اور بعد ازاں اسپتال، Towell سے تولیہ وغیرہ۔

انگریزی کے تشبیح میں اضافتوں کے خاتمے اور علاقائی زبانوں، لہجوں، کلوکیل زبان، چارگن اور سلیٹنگ کا بھی معیاری زبان کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح طرز زندگی کے تبدیل ہونے کی وجہ سے اس کی تحریری پیش کش یعنی ادب بھی نئی کر وٹیں لے رہا ہے۔ آج دنیا بھر میں تخلیق ہونے والا ادب ہر جگہ پر بڑی سرعت سے پہنچ جاتا ہے جو مقامی ادب اور ادیب دونوں کو متاثر کرتا ہے۔ اسی طرح عالم گیر واقعات اور تبدیلیوں سے بھی ادب اور ادیب متاثر ہوتے ہیں۔ اسی اصول کے تحت اردو ادب بھی عالم گیریت کے عمل سے براہ راست متاثر ہو رہا ہے اور اس میں موضوعات، پیش کش، اسلوب اور تکنیک کے حوالے سے نئے تجربات کیے جا رہے ہیں جو کہ گلوبلائزیشن ہی کی عطا ہے۔

گلوبلائزیشن کے عمل نے دنیا بھر کے لوگوں کی زندگیوں کو بہت حد تک بدل دیا ہے جس کی وجہ سے ان کا ادب بھی تبدیل ہوا ہے۔ گلوبلائزیشن نے دنیا بھر کی زبانوں میں تخلیق ہونے والے ادب کو متاثر کیا ہے اور ان کو قریب لانے اور فکری ہم آہنگی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو میں اب نظموں کے عنوانات انگریزی میں رکھنے کا چلن بہت بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے آپ کوئی رسالہ یا کوئی نیا شعری مجموعہ دیکھیں تو ان میں بہت سی تعداد ایسی نظموں اور غزلوں کے اشعار کی مل جائے گی جو کسی بین الاقوامی زاویہ نظر سے متاثر محسوس ہوں گے۔ اردو ادب میں ایسی نظموں کے عنوانات عموماً تین طرح سے ملتے ہیں۔ پہلے نمبر پر وہ نظمیں ہیں جن میں نظم کے انگریزی یا بدیسی عنوانات کو اردو حروف ہجا میں لکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ”آٹوگراف“ از مجید امجد، ”آرٹسٹ“ از سید ضمیر جعفری، ”آفس آرڈر“ از یوسف کامران، ”آئیڈیل“ از حفیظ صدیقی، ”اسپیڈ سلسٹ“ از انور مسعود وغیرہ۔ دوسرے وہ جن میں اردو اور بدیسی زبانوں کا ملغوبہ بنا کر عنوان تخلیق کیا جاتا ہے جیسے ”آج ڈالر کا کیا ریٹ نکلا“ از معین نظامی، ”آج میرا دل بیفریقا ہے“ از تبسم کشمیری، ”آنکھوں کا عطیہ رجسٹرڈ کرانے پر“ از جمیل الدین عالی، ”اپنیج ماں مٹی کی کولڈن جوہلی“ از کشورناہید، ”اسٹیل ملز کا ایک

خصوصی مزدور، از پروین شاکر، ”اسکول آگیا“ از سید ضمیر جعفری وغیرہ۔ تیسرے نمبر پر ایسی نظمیں ہیں جن میں عنوان اور زبان دونوں ہی بدیسی اپنالے جاتے ہیں۔ ان میں Friendship Band از حمد از نعمت ماہید، GOOD TO SEE YOU از پروین شاکر، HORSE TRADING از کشور ماہید، HOT LINE از پروین شاکر، I'll MISS YOU از پروین شاکر، Impossible از وحی شاہ اور اسی قبیل کی دیگر نظمیں شامل ہیں۔

جدید اردو شاعری نے فکری طور پر دنیا میں ہونے والے اہم اور متاثر کن واقعات سے گہرا اثر لیا ہے اور اب شاعر کا میدان نظر بہت وسیع ہو گیا ہے۔ عالم گیر یکساں ثقافت نے یکساں مسائل پیدا کئے ہیں جن سے یکساں سوچ اور فکر کا مرحلہ سامنے آ گیا ہے۔ اردو شاعری میں موضوعاتی سطح پر جو پھیلاؤ آیا ہے اس میں گلوبلائزیشن کا بڑا ہاتھ ہے۔ تنہائی و بیگانگی، پیدائش اور موت کا مسئلہ، تصور زمان و مکاں، انسان کی کم ادراکی، زندگی کی لامرکزیت، بے معنویت اور لادینیت، رایگانگی کا احساس، ڈر اور خوف، ڈپریشن، تشکیک، امید اور عزم، رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ، تصور معاش، جنگیں اور ان کے امکانات، دہشت گردی اور عدم تحفظ، تنجیر کائنات، لاداصلی، تیل اور اس کے حصول کی لڑائی، دیگر زبانوں کی اساطیر، سائنسی انکار و اصطلاحات، میڈیا اور سماجی ورلڈ کی پیش کش، تیسری دنیا کی بے بسی، مزاحمت، ناہیئت، مدنیت، ماحولیات، شاعری اور ادب، اردو ادب میں گلوبلائزیشن کے زیر اثر ورود کرنے والے یا اس کی وجہ سے پہلے سے تبدیل شدہ حالت میں جانے والے موضوعات ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر زبانوں کے تراجم سے بھی ایسے موضوعات اردو ادب اور شاعری کا حصہ بن رہے ہیں جن کا تعلق دور دراز معاشروں اور دیگر ممالک میں تخلیق ہونے والے ادب سے ہے۔

اردو کی جدید شاعری نے فنی حوالوں سے گلوبلائزیشن کی لہر کے زیر اثر دنیا کی دیگر زبانوں میں تخلیق کیے جانے والے ادب سے بہت استفادہ کیا ہے جس سے اردو شاعری کو وسعت اور وقار نصیب ہوا ہے۔ اردو شاعری نے دیگر معاشروں اور زبانوں کے ادب سے نئی تکنیکیں اور میتھیں وصول کی ہیں۔ اس کے علاوہ اردو شاعری میں بہت سی اصناف سخن ایسی ہیں جو دیگر علاقوں اور زبانوں سے

آئی ہیں۔ اردو شعرا نے بہت سی بیرونی اصناف ادب کو اختیار کر کے اردو ادب کا دامن وسیع کیا ہے۔ اردو ادب اور بالخصوص اردو شاعری نے گلوبلائزیشن کے بڑھتے ہوئے رجحان کے زیر اثر دیگر ممالک اور زبانوں کے ادب سے فنی طور پر بھی بہت کچھ اخذ و قبول کیا ہے۔ اس کی وجہ سے اردو شاعری میں اظہار کے نئے اسالیب اور سانچے مہیا ہوئے ہیں، جن میں نظم معرئی، آزاد نظم، سانیٹ، تراکیب، لمرک، کانتو، استاز انٹری نظم، اوپیرا، اور جاپان سے درآمدہ ہائیکو اور واکا جیسی اصناف شامل ہیں۔ علاوہ ازیں سرریکلوم، ڈاڈا ازم، امپزم، ہاٹھیت، علامت نگاری، وجودیت، نئی لسانی تشکیلات، علامت نگاری، تجربیت، تمثال کاری، بیسی تجربیات، علاقائی اور کلویکل زبان، سلینگ اور چارگن کا ادبی استعمال فنی طور پر وہ پہلو ہیں جو اردو شاعری میں گلوبلائزیشن کے تحت دوسرے ممالک اور زبانوں کے ادب سے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ گلوبلائزیشن کے عمل نے جہاں ہماری معاشرت کو متغلب کیا ہے وہیں ہمارے ادب کی بھی کاپیا کلپ کر دی ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری مقامی اور روایتی اصناف کو بھی تبدیلی کے عمل سے گزرنا پڑا ہے اور ابھی مزید تبدیلی سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ ان اصناف کی ہیئت میں جزوی اور تجرباتی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جنہوں نے نہ صرف ان کے داخل و خارج کو نئی شکل دی ہے بلکہ ان کے مسلمات سے بھی انحراف کیا ہے۔ اس رجحان کی ادبی اور اظہاری صورتیں آزاد غزل، اینٹی غزل اور نثری غزل وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ بدلتے ہوئے معاشی اور معاشرتی نظام میں کئی اصناف مثلاً قصیدہ وغیرہ کی ضرورت نہیں رہی اس لیے وہ بتدریج معدوم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ یہی نہیں عالم گیر نظام حیات میں مختلف بین الاقوامی کتابیں، نظریات، ایجادات، اشیا اور شخصیات بھی اردو نظموں کا موضوع ہیں مثلاً ”الحزائر کے ساحلوں پر“ از انیس ماگی، ”ییکنگ“ از فیض احمد فیض، ”حواسہ لال نہرو بونیورسٹی کے طلباء کے لیے“ از ذی شان ساحل، ”بنحمن“ از ذی شان ساحل، ”یابلو نرودا“ از جینت پرمار، ”یابلو نرودا کے لیے ایک نظم“ از انیس ماگی، ”چارلی چیلن“ از سید کاشف رضا، ”ڈبکارٹ سے.....“ از حماد، ”نیلسن منڈیلا۔“ از ادی تیرلام، اور ”باسر عرفات کے لیے ایک نظم“ از پروین شاکر جیسی نظموں کے عالم گیر تناظر کی عکاسی

کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ عالمی واقعات کو بھی اردو نظموں میں دیکھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے۔ جیسے محمود شام کی نظم ”سرد جنگ کے خاتمے پر“ ملاحظہ کیجئے:

تم تو کہتے تھے کہ اب رقص بسمل ختم ہوا
وحشتیں اب نہ کسی گھر میں کبھی اتریں گی (۲)

احمد حماد بیٹھے کا یوں ذکر کرتے ہیں:

صدی کی عبقری خیزی نے بھی نہ پیدا کیا
وہ ذہن نبششے جس کو کمال مرد کہے (۳)

خورشید رضوی کے بقول:

میری زندگی اب

انا کے جزیرے میں سلا کرک کی زندگی ہے
کوئی لمس، کوئی صدا، کوئی خوشبو، کوئی ذائقہ، کوئی چہرہ

شنا سنا نہیں ہے (جزیرہ) (۴)

عربی اور فارسی تو خیر اردو کے ماخذ ہیں اور ان کا استعمال لاہری ہے مگر اردو زبان دیگر زبانوں کے الفاظ بھی اختیار کر کے اپنے ذخیرہ لغت میں اضافہ کر رہی ہے۔ ان زبانوں میں بین الاقوامی زبانوں کے ساتھ ساتھ بالادست اور دروازما لک کی زبانیں اردو شاعری میں شامل ہو رہی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہمارے یہاں کی علاقائی اور مقامی زبانیں جیسے پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، ہندی وغیرہ بھی اردو شاعری میں تسلسل کے ساتھ استعمال کی جا رہی ہیں اور ایسے تجربات کی تعداد اور مقدار روز بہ روز بڑھتی جا رہی ہے۔ انگریزی کی مثال:

جانے کس درتچے میں عکس یار تھا محفوظ

ہاتھ رکھ کے بیٹھا ہوں حافظے کے mouse پر (۵)

کسی کے ہاتھ میں زر اور کسی کے ہاتھ میں کسکول دیتا ہے

خدا بھی تو سٹیشن کے مطابق عی پروٹوکول دیتا ہے (۶)

جہاں اب یار لبر ہے ، یار لبر میں تم ہو اور جتنے سنورتے ہو
یہاں اک دشت تھا، اس دشت میں آہو تھا، آہو مرنے والا تھا (۷)

جاپانی:

سائیکل کے بارگیر پر سامان کے بوجھل لفافے

اور کمر پہ پٹکے میں لگتا ہوا خوابیدہ بچہ

”فرو شمن، فرو زانسی، سوہا کا.....“

اخبار، رسالے اور دوسری بے کار چیزیں جو

آپ کے گھر میں ہیں دیجئے

ایک چھوٹے ٹرک میں سپر پر چلتی ہوئی ٹیپ

”سائو وا کسے..... سائو وا کسے“

کپڑے سکھانے کے لیے لمبے لمبے بانس

عمدہ عمدہ بانس (ایک جاپانی گلی کا منظر) (۸)

عربی:

سمندر ہے پیچھے عدو سامنے

فَبَا أُنْهَى النَّاسُ أَيْنَ الْمَفْر (۹)

تصدیق کروں دل سے زباں سے اقرار

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكْفُور (۱۰)

خوشا بصارتوں کے نام تازہ دم سفارتیں

یہ نور صبح نو کے قافلے یخبر را غلے (۱۱)

بنا ہوں جہاں میں عجب اک تماشا، زما بارا راشہ

سمجھتا نہیں ہے کوئی میری بھاشا، زما بارا راشہ (۱۲)

پنجابی:

دل کا بوجھ اتاریے دشت بہ دشت پکاریے

سوہنیے اسپریے اناریے، سخنارا بیلبارا (۱۳)

ان پہ جان نہ وار گئے مت جیون بازی ہار گئے

اصل حقیقت کھلتی ہے چالیس برس کے پار گئے (۱۴)

چھوڑی حلوہ پوڑی میں نے

ڈالی نئی بھسٹوڑی میں نے (۱۵)

ہندی: ستارے اور مری آنکھیں تو جاگے رات بھر سورج کے سوا گت کو

کسے معلوم تھا سورج ، ستارے اور آنکھیں چہ نے والا تھا (۱۶)

جیسے پیاسا ماس برہن کا / جیسے جاتے دن کی ادھی

جیسے آتی ربن کا دھڑکا / جیسے نہر سے نین نہائے

جیسے اندر دھنس دھندلائے / جیسے آس کمل ٹھٹھرائے (دھوپ) (۱۷)

ان تمام عوامل کو بلا خوف استرداد گلوبلائزیشن کا براہ راست اثر کہا جا سکتا ہے۔ گلوبلائزیشن

کا عمل ہمارے معاشرے میں بہت تیزی سے سرایت کر گیا ہے جس نے ہماری معاشرتی زندگی اور

ہمارے سماجی روحانی اور اخلاقی نظام کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ ہمارے تخلیق کاروں اور ناقدین نے عالم

گیریت کے اس عمل اور رد عمل کا شدید اثر محسوس کیا ہے۔ انہوں نے اپنی تخلیقات بشمول فکشن اور تنقید

میں عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں اور ان کے ہمارے سماج پر پڑنے والے اثرات کو پیش کیا

ہے۔ انہوں نے بالخصوص مغربی دنیا سے انداز نظر، فکر و فلسفہ اور دیگر انسانی سماجی اور ادبی مظاہر کو قبول کیا

ہے اور اردو دان طبقے کو ان تبدیلیوں سے روشناس کروایا ہے جو دنیا بھر کے لوگوں کو قریب لا کر ان میں

فکر و عمل کی یکسانیت پیدا کر رہی ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو ہمارے تخلیق کار اور ناقدین گلوبلائزیشن

کی روایت سے پوری طرح مربوط ہیں اور وہ گلوبلائزیشن کے ماتحت ہونے والے تبدیلیوں کو اردو

ادب اور تنقید میں سمو کر اہم عصری تقاضے کو نبھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے ان موضوعات کو

کھل کر اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے جن کا تعلق بین الاقوامی فکر اور عالمی طرز احساس سے ہے۔

اردو زبان میں لکھے جانے والے جدید ناول جدید شعور اور جدید تکنیک اور اسلوب میں لکھے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے جدید اردو ناولوں کا منظر نامہ بھی بین الاقوامی ہے اور ان میں تکنیک، ہیئت، الفاظ، انداز، معاشرت اور لباس سے لے کر کھانے پینے، رہنے سہنے اور سوچنے تک تمام موضوعات اور فنی خصائص میں گلوبلائزیشن کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ دور حاضر کے ناول نگار نہ صرف اپنی تہذیبی، سماجی، اور فکری روایت سے مربوط ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ عالمی برادری کا بھی حصہ ہیں اور عالمی ادب کے وسیع مطالعے کی وجہ سے ان کی فکری اور موضوعاتی سرحدیں اب پوری دنیا تک پھیل چکی ہیں، یہی وجہ ہے کہ گلوبلائزیشن کی لہر کے زیر اثر ناول میں ایسے موضوعات کثرت سے در آئے ہیں جن کا تعلق عالمی مسائل اور بین الاقوامی فکری دھارے سے جڑا ہوا ہے۔ اب دنیا کے کسی بھی خطے میں رونما ہونے والے واقعات، بین الاقوامی شخصیات، تازہ ترین تحقیقات اور ایجادات، منت نئے فلسفے اور تازہ ترین خیالات اور نظریات اردو ناول کا حصہ بن رہے ہیں۔ اسی طرح اگرچہ افسانہ خالہتا مغربی صنف ادب ہے اور اس کا اردو ادب میں ورودی عالم گیریت کے اردو پر اثرات مرتب ہونے کی نشان دہی کرتا ہے۔ عہد موجود میں لکھے جانے والے اردو افسانوں کے نام دیکھ کر ہی ان کے موضوعات اور ان کی پیش کش کے عالمی تناظر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان افسانوں میں ان موضوعات کو پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق گلوبلائزیشن سے ابھرنے والے بین الاقوامی معاشرے سے ہے۔ دیگر اصناف سفر نامہ، رپورٹاژ وغیرہ میں بھی عالم گیریت کی واضح جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

مائن الیون کا واقعہ پوری دنیا کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں بھی بہت گہرے اثرات کا حامل ہے۔ ۱۱/۹ کے دھماکے کے ساتھ تہذیبوں کے تصادم کا آغاز ہوا اور اس کی کونج ابھی تک سنائی دے رہی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور دنیا کے لیے ایک منفرد واقعہ تھا جس نے پوری دنیا کو کسی نہ کسی انداز میں متاثر کیا۔ اس واقعے کے بعد دنیا واضح طور پر دو ادوار میں تقسیم ہو گئی۔ اردو میں اکیسویں صدی میں لکھے جانے والے بیشتر ناولوں میں اس موضوع کو بڑے یا چھوٹے پیمانے پر موضوع بنایا گیا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ اپنے ناول ”خس و خاشاک زمانے“ میں لکھتے ہیں:

”وشلی ویژن پر اس امر کی کہ بلا کا ایک ایک لمحہ ہزاروں بار دہرایا جا رہا تھا اور یہ بار کر لیا جا رہا تھا کہ صرف دو نہیں، ہزاروں ٹریڈ ٹاؤر منہدم ہو رہے ہیں اور سینکڑوں طیارے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ مناظر اس توڑ سے اتنی بار سکرین پر دکھائے گئے کہ ہر امریکی کے بدن پر تصویروں کی صورت ثبت ہو گئے۔ ان کے ذہنوں پر ایک ٹیٹو کی مانند گندھے گئے“ (۱۸)

اسی طرح اردو افسانے میں بھی مائن الیون کا موضوع بھرپور طریق سے اجاگر کیا گیا ہے بل کہ اردو افسانے میں نئی صدی کا سب سے بڑا موضوع یہی ہے۔ بسین مرزا اپنے افسانے ”دام وحشت“ میں لکھتے ہیں:

”امریکا میں گیارہ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ ٹاؤر کے واقعے کے بعد جس طرح دنیا کے حالات تبدیل ہوئے تھے ان کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اب گرین کارڈ لے لیما چاہیے“ (۱۹)

میڈیا کی وجہ سے نظریات، تحریکوں، افکار، خیالات اور معلومات کے ایک جگہ سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا صرف ممکن ہو گیا ہے بل کہ بہت تیز بھی ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے کوئی نظریہ میڈیا کے توسط سے بہت کم عرصے میں دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے۔ میڈیا بشمول اخبارات، ریڈیو، کیبل نیٹ ورک، بیلیٹ، ڈش انٹینا، ٹی وی، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا (فیس بک، ٹوئٹر، یوٹیوب، سکاٹپ اور مختلف بلاگز اور ویب سائٹس وغیرہ) کے ذریعے لوگوں میں نظریہ سازی کے عمل میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دنیا بھر کے سیاست دان، فن کار، فلاسفہ اور شعر ادا با اپنے اپنے خیالات و افکار، منشور، تخلیقات کی تشہیر کے لیے میڈیا کو بطور آلہ استعمال کرتے ہیں۔ میڈیا کی زندگی میں سرایت کرنے کے ساتھ ہی یہ ادب کا بھی اہم موضوع ہے۔ عمار مسعود اپنے افسانے ”مٹی تلے دے بیس سال“ میں اس کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں:

”یہ پلٹی، سیلف مارکیٹنگ کا دور ہے۔ اس دور میں آہنگ بلند رکھنا پڑتا ہے۔“

خالی خولی تبسم سے کام نہیں چلتا۔ اپنے آپ کو منوانے کے لیے اپنے ہی حق میں
 نعرہ لگانا پڑتا ہے“ (۲۰)

اسی طرح کمپیوٹر کی دنیا یا سائبر ورلڈ نے، جس میں موبائل فون، کیبل ٹی وی نیٹ
 ورکنگ، انٹرنیٹ اور سٹیلا ریٹ نشریات سب کچھ شامل ہے، بہت کم عرصے میں ساری دنیا کو نہ صرف
 اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے بلکہ اسے اپنا دست نگر بنا لیا ہے۔ نئے ماحولوں میں اس ان دیکھی دنیا کی
 پیش کش کافی اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ مرزا اظہر بیگ کا ماول ’صحفر سے ایک تک‘، مکمل طور پر سائبر
 ورلڈ سے متعلق ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”پہلے تو مجھے اس لا خلا سے اپنے ذاتی تعلق کی وضاحت کرنی ہوگی جو
 سائبر سپیس کہلاتا ہے۔ جو دنیا بھر کے کمپیوٹروں کے ادغام سے جنم لینے والا
 لامکاں ہے اور جس میں سفر کا آغاز کرنے کے لیے آپ انٹرنیٹ کے برقیاتی
 دروازے پر اپنے ماؤس کی کلک سے دستک دیتے ہیں اور پھر digital
 pulse کی گاڑی پر سوار ہو کر منزل لیس طے کرتے جاتے ہیں۔“ (۲۱)

اسی طرح گلوبلائزیشن کے عمل نے سائبر ورلڈ کو اردو افسانے کا بھی موضوع بنا دیا ہے اور
 اکیسویں صدی میں بہت سے ایسے افسانے لکھے جا رہے ہیں جو سائبر کی دنیا کے امر اور موز بیان
 کرنے کے ساتھ ساتھ حیات انسانی پر اس کے اثرات پر بھی فوکس کئے ہوئے ہیں۔ نیر اقبال علوی
 اپنے افسانے ”گلوبل ویلج“ میں کمپیوٹر اور اس کے متعلقات کو انسانی رشتوں کی تعمیر و تخریب کا مرکز قرار
 دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”یہ لوگ اگر انٹرنیٹ پر تعلق اُستوار کر سکتے ہیں، اور موبائل فون پر رشتے توڑنے
 کی ریت کو جنم دے سکتے ہیں، تو انہیں ایسا کرنے کا پورا حق حاصل ہے“ (۲۲)

تاریکین وطن گلوبلائزیشن کے پھیلاؤ کا اہم ذریعہ ہیں جو دوسرے ممالک کے ساتھ تعلق
 اُستوار کرنے اور وہاں کی ثقافت کو اپنے ملک میں لانے اور اپنی ثقافت کو میزبان ملک میں لے جانے

مزاحمت، عالمی حالات و واقعات، معاشرتی تھلیب، عالمی ادب سے جڑت، ماحولیات، عالمی خوراک، جنس، تاریخ کی بازیافت جیسے موضوعات بھی بہت اہم ہیں جن کی موجودگی سے اردو ادب کا عالمی معاشرے سے ربط بنتا ہے اور عالم گیریت کی صورت گری ہوتی ہے۔ اس طرح اردو فکشن اور تنقید کو وہ وسعت حاصل ہوئی ہے جو عہد جدید میں وقت کی اہم ضرورت ہے۔

گلوبلائزیشن نے جہاں اردو فکشن پر فکری اثرات ڈالے ہیں اور اسے جدید تر طرز احساس اور نئے نئے موضوعات سے روشناس کروایا ہے وہیں اس کو نئے نئے نثری پیکر، اصناف اظہار، ادبی تکنیکیں اور زبان و بیان کے دیگر فنی لوازم بھی عطا کیے ہیں۔ اردو زبان میں دیگر زبانوں کے الفاظ کے ورود کا سلسلہ بہت پرانا ہے لیکن اب یہ عمل گلوبلائزیشن کی وجہ سے بہت تیز ہو گیا ہے، پہلے اردو زبان عربی فارسی سے الفاظ و تراکیب مستعار لیتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ مقامی بولیوں کے الفاظ شعوری اور لاشعوری طور پر اردو میں داخل ہوتے رہتے تھے لیکن اب اخذ و قبول کا یہ سلسلہ مختلف براعظموں تک پھیل گیا ہے اور اردو میں بالخصوص یورپی زبانوں کے الفاظ و تراکیب اور اصطلاحات بہت تیزی سے اور بڑی مقدار میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام تنقیدی بحثیں اور نئے نئے ادبی نظریات بھی یورپ اور امریکہ سے درآمد ہوتے ہیں اس لیے ان کے متعلقات بھی ساتھ ہی چلے آتے ہیں۔

جدید اردو فکشن میں زبان کے حوالے سے بھی بہت سے تجربات کیے گئے ہیں اور ایک ایسی مخلوط زبان سامنے آئی ہے جس میں دیگر زبانوں کے الفاظ بھی کثرت سے شامل ہیں۔ اور ایسا ہونا اس لیے بھی یقینی تھا کہ ہماری روزمرہ بول چال کی زبان بھی تو بہت حد تک مخلوط ہو گئی ہے۔ اردو فکشن میں کہیں تو ہمارے ادیبوں کا رجحان اردو میں بین الاقوامی زبانوں مثلاً انگریزی وغیرہ کے الفاظ کے ادغام کی طرف ہے تو بعض ادیب اس میں مقامی زبانوں، محاورے اور لہجے کو شامل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے ادیب بھی بہر حال موجود ہیں جو زبان کی عہد بہ عہد اور خطہ بہ خطہ بدلتی صورت حال کو تحقیقی طور پر استعمال کرتے ہوئے زبان کی بازیافت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں بے شمار الفاظ اور تراکیب دیگر زبانوں سے ترجمہ کر کے شامل کی جاتی ہیں جن

کی وجہ سے اردو زبان کا دامن وسیع ہوا ہے۔ انٹرنیٹ پر کی جانے والی برقی پیغام رسانی جو تحریری پیغامات بھیجنے کی جدید اور تیز ترین صورت ہے، برقی خطوط یعنی ای میل (E-mail) اور برقی تحریری گفتگو یا چیٹ Chat کہلاتی ہے۔ یہ ای میل اور چیٹ اب ہمارے بہت سے سماجی عوامل میں مستعمل ہے اور عدالتوں میں بطور کوئی اور ثبوت کے استعمال ہو رہی ہے۔ اسی طرح ادب میں بھی اس کو بطور متن شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح مرئی اشیا کو غیر مرئی اور غیر مرئی اشیا کو مرئی قرار دے کر تجرید کا استعمال بھی گلوبلائزیشن کا مرہون منت ہے۔ رشید امجد کے انسانے ”شیشہ دید سے دور“ میں تجرید کی ایک مثال دیکھیں:

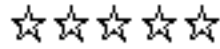
”پھر اس کا ہونا نہ ہونے میں بدل گیا، ایک طویل عرصہ وہ ہوتے ہوئے بھی نہ
تھا، وقت کے ساحر نے اس کے وجود کو باقی رہنے دیا تھا لیکن اس کے اندر سے
ساری قوتوں کو سلب کر لیا تھا کہ وہ تھا اور نہیں تھا“ (۲۵)

اسی طرح مقامی علامتوں اور اسطورہ کی بجائے بین الاقوامی علامتوں کا استعمال بھی گلوبلائزیشن کے اردو ادب کو متاثر کرنے کی واضح دلیل ہے۔ فرحت پروین کے انسانوں ”سکلک“ اور ”جنگ یارڈ“ وغیرہ میں امریکی معاشرے کی علامات کو اردو دنیا سے روشناس کروایا گیا ہے۔ ”جنگ یارڈ“ میں لکھتی ہیں:

”مگر آج جنگ یارڈ میں جگہ جگہ پرانی چیزوں کی زنگ خوردہ ڈھیر یوں کو دیکھ
کر مجھے یوں لگا جیسے میرے دماغ کی سب ابھی تاروں سے اماں کا اچھے بالوں
والا کانپتا ہوا سر اور بھیجی بھیجی آنکھیں ابھر آئی ہیں اور میں ان کا سامنا نہیں
کر پارہا“ (۲۶)

دنیا بھر کی مختلف زبانوں اور ان میں تخلیق ہونے والے ادب کی مختلف اصناف میں ربط و ضبط بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے ایک ادبی صنف میں دوسری اصناف کے عناصر در آتے ہیں۔ اس امر کو گلوبلائزیشن کے اس عمل کی ہی توسیع سمجھا جانا چاہیے جس کے تحت دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے افراد اور مختلف اقدار کے حامل معاشرے ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں اور ایک دوسرے

کے اجز اور عناصر کو قبول کر کے اپنے اندر ضم کر رہے ہیں۔ اردو ادب میں اب ایسی اصناف کی نشان دہی کرنا مشکل نہیں جن میں دوسری اصناف کے اجز اکو شامل کر لیا گیا ہے جیسے نئے ناول میں سفر نامے یا تاریخ وغیرہ کو آہٹ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ واحد متکلم کا بیانیہ، خودکلامی (مونولاک)، اساطیری علامتیں، زبان کی تجدید نو، جدید اسلوب، سرریکلم، نظمیہ نثر، منظوم انسانی وغیرہ بھی دنیا کے دیگر ادب پاروں کی پیروی میں گلوبلائزیشن کے زیر اثر ہی لکھے جا رہے ہیں۔ اردو ادب میں جہاں گلوبلائزیشن کے ماتحت بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں اور نئی نئی ادبی اصناف متعارف ہو رہی ہیں وہیں رائج ہو جانے والی اصناف میں داخلی تبدیلیاں بھی وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ اس طرح اردو ادب پر گلوبلائزیشن کے اثرات فکری اور فنی دونوں سطحوں پر مرتسم ہو رہے ہیں۔



حوالہ جات

- (۱) سید ضمیر جعفری: ۱۹۹۳ء: نسا طقشا: لاہور: سنک میل پبلی کیشنز: ص ۱۱۲
- (۲) ناصر زیدی مرتب (۲۰۰۱ء) پاکستانی ادب ۲۰۰۰ء: اسلام آباد: اکادمی ادبیات: ص ۶۷
- (۳) حماد: سن: ترے خیال کا چاند: لاہور: جہانگیر بکس: ص ۲۱
- (۴) خورشید رضوی: ۲۰۰۴ء: اسکان: لاہور: احمد پبلی کیشنز: ص ۵۳
- (۵) طارق ہاشمی: ۲۰۱۰ء: دستک دیادول: فیصل آباد: مثال پبلشرز: ص ۷۲
- (۶) ایضاً: ص ۱۰۷
- (۷) اسلم کولسری: ۱۹۹۵ء: ویرانہ: لاہور: القمر انٹرنیشنل: ص ۱۲۷
- (۸) تبسم کاشمیری (۱۹۹۶ء) پرندے پھول تالاب: لاہور: سنک میل پبلی کیشنز: ص ۲۱۱
- (۹) زر داغ دل: لاہور: مقبول اکیڈمی: ص ۴۴

- (۱۰) زر داغ دل، ص ۴۷
- (۱۱) دھتک دیا دل، ص ۷۹
- (۱۲) ایضاً: ص ۸۰
- (۱۳) ویرانہ، ص ۴۴
- (۱۴) نکلا طمناشا، ص ۱۴۱
- (۱۵) ظفر اقبال: ۲۰۰۵ء؛ اب تک (جلد دوم): لاہور: ملی میڈیا فیئرز: ص ۹۵۳
- (۱۶) ویرانہ، ص ۱۲۷
- (۱۷) فہمیدہ ریاض: ۱۹۸۹ء؛ دھوپ: کراچی: مکتبہ انیال: ص ۴۲
- (۱۸) تارڑ، مستنصر حسین: ۲۰۱۰ء؛ خس و خاشاک زمانے: لاہور: منگ میل پبلی کیشنز: ص ۵۰۲
- (۱۹) تبین مرزا: ۲۰۰۴ء؛ خوف کے آسمان تلے: کراچی: اکادمی بازیافت: ص ۷۷
- (۲۰) ۴۴ رسعود: ۲۵ تا ۱۹ دسمبر ۲۰۱۴ء؛ ”مٹی تلے دے بیس سال“ خواتین میگزین روزنامہ نئی بات، لاہور: ص ۱۲
- (۲۱) مرزا طہر بیگ: ۲۰۰۹ء؛ صفر سے ایک تک: لاہور: سانجھ پبلی کیشنز: ص ۴۹
- (۲۲) نیرا اقبال علوی: ۲۰۰۵ء؛ جہان رنگ و بو: لاہور: ملی میڈیا فیئرز: ص ۴۲
- (۲۳) مجمل الحسن رضوی: ۲۰۰۸ء؛ آکسیجن: کراچی: اکادمی بازیافت: ص ۱۵
- (۲۴) غازیہ شاہد: ۲۰۰۸ء؛ گھن گئے درہ پکے: لاہور: اظہار سنز: ص ۱۱۵
- (۲۵) رشید امجد: ۲۰۰۷ء؛ عام آدمی کے خواب: اسلام آباد: پورب اکادمی: ص ۷۳۶
- (۲۶) فرحت پروین: ۱۹۹۷ء؛ محمد: لاہور: اساطیر: ص ۶۶

